اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد القادر صاحب کی علمی تحقیق کا تقابلی جائزہ

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

المعروف

جواہر التحقیق

تحقیقات

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و اضافات

شیخ الحدیث علامہ قاضی

عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم ٹکریال راولپنڈی

غارِ ثور

مکتبہ امام احمد رضا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد القادر صاحب کی

علمی تحقیق کا تقابلی جائزہ

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

المعروف

جواہر التحقیق

تحقیقات

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و اضافات

شیخ الحدیث علامہ قاضی

عبد الرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی

مکتبہ امام احمد رضا

نام کتاب : جواہر التحقیق

مصنف : شیخ الحدیث علامہ قاضی عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی

کمپیوٹر ورک : حافظ محمد اسحاق ہزاروی

کمپوزر : محمد مقرب ستی

ہدیہ : -/450

ناشر :

مکتبہ امام احمد رضا

کری روڈ، شکریال راولپنڈی

051-4907446,0321-5098812

Website:www.jamia jamtia.com

E.Mail:Mehrul.uloom@yahoo.com

اجمالی فہرست

صفحہ	مضامین
26	عرض ناشر
28	نگاہ اولین
29	اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر صاحب کے علم کا اجمالی تقابلی جائزہ
38	و اذ یمکر بك الذین کفروا..................سورۃ الانفال آیت 30
47	الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ............سورۃ التوبہ آیت 40
83	اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر صاحب کے علم کا تقابلی جائزہ
86	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع احادیث مبارکہ سے
95	اجماعِ افضلیت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلف صالحین کے اقوال
106	آیئے! ائمہ کرام کے اعتقاد و اقوال دیکھئے
231	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت کی چھ وجوہ
245	آیاتِ قرآنیہ سے استدلال
285	پانچ مقدمات کو پہلے اختصار سے دیکھئے، پھر تفصیل سے
440	جب اصل مقصد (عقیدہ) بیان کر دیا تو اب علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں

تفصیلی فہرست

مضامین	صفحہ
عرض ناشر	26
نگاہِ اولین	28
و اذ یمکر بك الذین کفروا...............سورۃ الانفال آیت 30	38
حضرت علی ؓ کو مکہ میں چھوڑنے کی وجہ یہ تھی	41
رب تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ کس شان سے نکلے	42
تراجم کا تقابلی جائزہ	45
الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ...........سورۃ التوبہ آیت 40	47
پچھلی آیات سے تعلق	47
دینی طلبائے کرام کی توجہ کے لئے	48
تفاسیر کی بعض آیات کو اردو میں ڈھالنے کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت	50
علامہ رازی ؒ نے ثانی سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ مراد لئے ہیں	50
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو کس کا غم تھا؟	51
آیت کریمہ کا قدرے تفصیلی بیان	53
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو ہجرت میں ساتھ لینا	55
سراقہ کا پیچھا کرنا اور اس کی گھوڑی کا زمین میں دھنس جانا	56
حدیث پاک کے چند الفاظ مبارکہ کی وضاحت	57

مضامین	صفحہ
ثانی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہوں تو مطلب یہ ہوگا	60
آیۃ کریمہ حضرت صدیق ؓ کی فضیلت پر چند وجوہ سے دلالت کرتی ہے	60
رافضیوں کی قسم	64
امام فخرالدین رازی ؒ کا فیصلہ	65
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی صحابیت کا انکار کفر ہے	65
کیا ہی خصوصی درجہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حاصل ہے	67
رافضیوں نے چمکتے سورج کو مٹی کی ایک مٹھی میں دبانے کی ناکام کوشش کی	68
مرزا جانِ جاناں ؒ کو عقیدہ	72
دینی طلبائے کرام کی توجہ کے لئے	77
کبوترے کے جوڑے کو نبی کریم ﷺ کی خدمت گزاری کا عظیم فائدہ	78
حضرت حسان ؓ کا عقیدہ نبی کریم ﷺ کا پسندیدہ	80
اعلیٰ حضرت ؒ اور شاہ عبدالقادر صاحب کے علم کا تقابلی جائزہ	83
اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی ؒ کا عقیدہ	84
شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں	84
قطعیت پر ارشادِ اعلیٰ حضرت ؒ	84
اجماع کے متعلق اعلیٰ حضرت ؒ کا اجمالی قول	85
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی افضلیت پر اجماع احادیثِ مبارکہ سے	86
حضرت میمون بن مہران ؒ تابعی	88
اعلیٰ حضرت ؒ کی اور دلیل	88
اعلیٰ حضرت ؒ حدیث کی صحت کے متعلق یوں فرماتے ہیں	89

مضامین	صفحہ
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ فائدہ حاصل ہوا	90
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو یوں رد کیا گیا	91
آیئے! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فقیہ و مجتہد ہونا دیکھئے	92
عبادلہ کی شرح نورالانوار میں دیکھئے	92
نتیجہ واضح ہوا	93
احادیث کے الفاظ میں فرق دیکھئے	93
آیئے! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر بھی دیکھئے	94
اجماعِ افضلیت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلف صالحین کے اقوال	95
شرح بدء الامالی پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یوں وضاحت فرمائی	98
سبع سنابل سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چند اقتباسات حاصل کئے	99
سبع سنابل کی عبارات سے سمجھ آیا	102
کوئی ولی کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا	102
سنیوں اور شیعوں کا فرق سمجھ آ گیا	103
اجماع کے خلاف شاہ عبدالقادر صاحب کی دلیل	103
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ابن عبدالبر کا پہلے ہی رد کر چکے ہیں	104
زبدۃ التحقیق میں بھی اسی پر عمل کیا گیا	104
رد کی وجہ اول	104
مختصر الفاظ میں مطلب سمجھئے	105
آیئے! ائمہ کرام کے اعتقاد و اقوال دیکھئے	106
صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ، امام ابوحنیفہ کا عقیدہ	107

مضامین	صفحہ
علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر کی عبارت مذکورہ پر بیان کرتے ہیں	107
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ	107
علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں	108
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ	108
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ	109
دوسری وجۂ رد	110
تیسری وجۂ رد	111
شرارتی لوگ اسلام کی بنیادیں گرانے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں	112
اس پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چند شواہد پیش فرماتے ہیں	113
ابن عبدالبر کی روایت پر قائم ہونے والی عمارت منہدم ہوگئی	116
شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں	117
جب اجماع قطعی ہے تو افضلیت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی قطعی ہے	117
اگر (بالفرض) تفضیل ثابت ہو تو تفضیلیہ کے لئے کوئی خوشی کا مقام نہیں	117
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب پہلے ہی دے چکے ہیں	118
پہلی قسم کا نام علم یقین ہے	118
دوسرے کا نام علم طمانینت ہے	118
ہمارے مسئلے میں قطعی بمعنی طمانینت ہے	121
تفضیلی کافر نہیں، بدعتی ہیں	121
سلف صالحین کا اجماع آج تک قائم ہے	122
طنزیہ جملہ کا راقم نے مستحسن کر دکھایا	122

عَرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یارِ غار و مزار، خسرِ رسول ، خلیفہ بلافصل بالتحقیق ، امیر المؤمنین جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک اجماعی ، اتفاقی اور قطعی ہے۔اس پر قرآن پاک کی بعض آیات ، احادیث مبارکہ اور اجماع صحابہ کرام اور تابعین شاہد ہیں۔

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ حضرت ، امام اہلِ سنت ، مجدد دین وملت ، شاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں دلائل قاہرہ سے ثابت فرمایا ہے۔جن کے مطالعے کے بعد منصف مزاج شخص بلا اختیار پکار اٹھتا ہے کہ:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

تاجدارِ فکروفن، شہنشاہِ سخن، استاذِ زمن برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یوں فرماتے ہیں:

رسل اور انبیاء کے بعد جو افضل ہو عالم سے
یہ عالم میں ہے کس کا مرتبہ ، صدیق اکبر کا

مگر ''زبدۃ التحقیق'' نامی کتاب میں اقوال مرجوحہ کو دلیل بنایا گیا ہے یا ان اقوال کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا جن کا رد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے کر چکے تھے۔
چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات مطلع القمرین کے علاوہ فتاوی رضویہ شریف کے جا بجا مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں اسلئے جواہر التحقیق میں ان کا یکجا کیا گیا ہے۔
تردید لکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ مخالفین کے دجل وفریب ومکر کشائی کے

وقت کیسے کیسے نشیب وفراز آتے ہیں۔کبھی قلم بے قابو ہوجاتا ہے تو کبھی جذبات زورِ قلم پر حاوی ہوجاتے ہیں۔ایسے میں تہذیب واخلاق کا دامن نہ چھوڑنا بھی استاذِ المکرم کا خاصہ ہے۔ہاں! کبھی قلم جوش کھاتی ہے تو ''جلتے پتھر'' اور ''رسی گرج'' کی طرح سب وشتم وکذب وافتراء کا پلندہ فقط ذاتیات نہیں بلکہ مقصود فتن کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ لہٰذا کتاب میں ایسے الفاظ کے استعمال کے اجتناب سے حتی المقدور کوشش کی گئی ہے تاہم اگر کہیں شامل ہوگئے ہوں تو معذور سمجھیں۔

یاد رہے کہ جواہر التحقیق ، زبدۃ التحقیق کی تردید نہیں بلکہ تتمیم وتکمیل ہے کیونکہ اُس میں زیرِ بحث شق واحد تھی مگر جواہر التحقیق میں دونوں شقوں پر بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن حضرات نے تعاون کیا ان کا ذکر نہ کرنا احسان فراموشی ہوگی۔محمد مقرب بستی صاحب نے کتاب کی کمپوزنگ کی ، مولانا حافظ طارق حسین صاحب، مولانا عطاء المصطفیٰ صاحب ، مولانا نثار احمد صاحب مدرسین جامعہ جماعتیہ مہر العلوم نے کتاب کی پروف ریڈنگ فرمائی اور عدیم الفرصتی کے باوجود اپنا قیمتی وقت دے کر نظر ثانی قبلہ استاذِ المکرم نے خود فرمائی۔مولانا اظہر فرید صاحب نے اور مولانا سردار عرفان سجاد صاحب نے بھی ورق گردانی میں تعاون فرمایا۔

استاذِ المکرم نے یہ کتاب 25 جولائی 2011 کو تحریر فرمادی تھی مگر وسائل کی کمی کی وجہ سے طباعت کے مراحل طے نہ کرسکی ، اسکے علاوہ ہدایہ شریف کے چار جلدیں بھی مکمل ہوچکی ہیں جس کو انشاء اللہ اس سال پیش کیا جائے گا۔ساتھ ہی تفسیر نجوم القرقان بھی تحریر فرمارہے ہیں پندرھواں پارہ قریب الاختتام ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ استاذِ المکرم کی صحت وعافیت کیلئے دعاء فرمائیں تاکہ تفسیر نجوم الفرقان کی تکمیل ہوسکے۔

حافظ محمد اسحاق ہزاروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿نگاہِ اولین﴾

سورۃ توبہ کی آیت ۴۰ کی توضیحات وتشریحات لکھنے لگا تو خیال آیا کہ ایک دوست نے آٹھ ماہ پہلے ایک کتاب ''زبدۃ التحقیق'' میرے ممدوح سابق شاہ عبدالقادر صاحب (ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی) کی تصنیف دی تھی، اس کا کچھ مطالعہ کرلیا جائے۔ تو جب اس میں ایک عنوان یہ دیکھا ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نکتہ نگاہ'' (زبدۃ التحقیق ص ۳۰۰) تو یہ سمجھا شاید اس کتاب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کو شامل کیا گیا ہے اور اس کے مصنف شاید اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مداح ہیں۔

پھر جب کتاب کے ص ۲۰ میں یہ عبارت دیکھی:

''دور حاضر میں نظریاتی دہشت گردوں نے لفظ سنیت کو ایک دھمکی بنالیا ہوا ہے اور خوف وہراس پھیلانے کا ذریعہ تراش لیا ہے اور فضل کلی اور فضلی جزئی، افضلیت مطلقہ کی اصطلاحیں وضع کرلی ہیں اور طریقۂ واردات یہ ہے کہ پہلے کوئی نظریہ یا عقیدہ قائم کرلیا جاتا ہے اور وہ عقیدہ کسی شخص کی شخصی اختراع ہوتا ہے یا علاقائی یا جماعتی سوچ ہوتی ہے جس کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سنیت کا معیار تو وہ ہوگا جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات، آپ کے اہل بیت اطہار وصحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے اندر پایا گیا۔ یہ افضلیتِ مطلقہ یا فضلِ کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں، ان کا سنیت سے

دور کا بھی واسطہ نہیں۔

خط کشیدہ الفاظ کو پڑھتے ہی سمجھا کہ یہ تیر تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر چلایا گیا ہے، جس شخص پر سنیت کا دارومدار ہے اسے ہی سنیت سے خارج کیا جارہا ہے۔ دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم تصنیف ''فتاویٰ رضویہ'' کا مطالعہ کیا جائے۔ اسی سے ''مطلع القمرین'' کو دیکھنے کی راہنمائی ملی تو عقدہ حل ہوگیا کہ افضلیت مطلقہ، فضیلتِ کلی اور فضیلت جزئی کی اصطلاحیں تو آپ کی تصنیفات میں موجود ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ نے ''فتاوی رضویہ'' کے مختلف مقامات پر جو تحریر فرمایا اور آپ نے اپنی کتاب ''مطلع القمرین'' میں جو تحریر فرمایا ''زبدۃ التحقیق'' اس کا مکمل رد ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ صاحب کی تحقیق کا اجمالی تقابلی جائزہ:

① اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ذکر کیا، اور یہ باقاعدہ حوالہ جات سے ثابت کیا کہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں ہی اسی پر اجماع ہوچکا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے۔............''زبدۃ التحقیق'' میں آپ کے اجماع کے قول کا رد کیا گیا اور آپ کی قطعیت کے قول کو بھی رد کیا گیا۔

② اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اس زمانے کے تفضیلیوں نے جو اعتراض کئے تھے، وہی ....''زبدۃ التحقیق'' میں پھر دہرائے گئے۔

③ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن عبارات کا رد کیا تھا ان کو ہی............ زبدۃ التحقیق میں دلیل بنایا گیا۔

④ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: کہ صحابہ کرام کے زمانے کے اجماع

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وشاہ عبدالقادر ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی کے علم کا تقابلی جائزہ:

ایک کتاب ''زبدۃ التحقیق'' نظر سے گزری جس کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ کتاب دراصل اعلیٰ حضرت مولنا احمد رضاء خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رد ہے۔ ''زبدۃ التحقیق'' تصنیف ہے شاہ عبدالقادر صاحب کی۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ثبوت قطعی ہے اور آپ کی افضلیت پر اجماعِ امت ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظنی ہے اور اس پر کوئی اجماع نہیں۔''

ان دو مسئلہ پر شاہ صاحب نے بہت زور دیا ہے، ضمنی طور پر بھی بعض چیزوں کا ذکر کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینے کے بغیر اشارۃً کنایۃً آپ کو خارجی کہا۔ آیئے! اس اجمال کی تفصیل دیکھئے:

قطعیت پر ارشادِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

آپ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیرِ حدیث

"عرض علیّ عمر بن خطاب وعلیه قمیص یجرہ قالوا فما اوّلت ذلك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم؟" قال الدین"

مجھ پر عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں۔ صحابہ کرم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے

اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا: دین۔ (ت) فرماتے ہیں:

"لئن سلمنا التخصیص به (ای بالفاروق رضی اللّٰه عنه) فهو معارض بالاحادیث الکثیرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی الله عنه فلا تعارضها الاحاد ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع السنة والجماعة علی افضلیة وهو قطعی فلا یعارضه ظنی

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال، مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ج1 ص106)

''اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے، جو تواترِ معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیتِ صدیق رضی اللہ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماعِ اہل سنت وجماعت افضلیتِ صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے؟'' (ت)

(فتاوی رضویہ ج5 ص581 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اجماع کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اجمالی قول:

تفصیل ان شاء اللہ بعد میں آئے گی۔

"و زادنا نورا الی نور و رشادا الی رشاد اجماع الصحابة الکرام والتابعین العظام کما نقله جمهور الائمة الاعلام، منهم سیدنا عبد الله بن عمر و ابوهریرة من الصحابة ومیمون بن مهران من التابعین والأمام الشافعی من الاتباع وغیرهم من لا یحصون لکثرتهم، وحکایة ابن عبد البر لا معقولة فی الدارية ولا مقبولة فی

''اور ہمارے لئے نور پر نور بڑھایا اور ہدایت کے اوپر ہم کو ہدایت کی صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اجماع نے۔ جیسا کہ اس کو نقل کیا ہے جمہور ائمہ اعلام نے، ان میں عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ صحابہ میں سے میمون ابن مہران تابعین میں سے، امام شافعی تابعین میں سے، اور ان کے سوا جن کی گنتی نہیں بوجہ ان کے کثرت کے اور ابن عبدالبر کی حکایت

الرواية"۔

نہ تو ازراہِ درایت معقول ہے اور نہ روایۃً مقبول ہے۔"

اس کی تفصیل ان شاء اللہ راقم نقل کرے گا، جیسا کہ آپ نے خود بھی فرمایا: "کما حققناہ فی مطلع القمرین" "جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کی مطلع القمرین میں۔" (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۶۹، ص ۶۷۰، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع احادیث مبارکہ سے:

"حدثنا عبد العزیز بن عبد الله حدثنا سلیمان عن یحی بن سعید عن نافع عن ابن عمر قال کنا نخیر من الناس فی زمان رسول الله ﷺ فنخیر أبابکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان۔"

"سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم گروہ صحابہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں ابوبکر پھر عمر پھر عثمان کے برابر کسی کو نہ کہتے۔" (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)
(صحیح بخاری باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ جلد اول ص 516، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

وضاحت:

سب سے پہلے تو محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۵۶ھ کا عنوان دیکھئے جس کے تحت آپ نے یہ حدیث درج کی ہے وہ ہے "باب فضل أبی بکر بعد النبی ﷺ" علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قوله بعد النبی ﷺ المراد بالبعدیة هنا الزمانیة واما البعدیة فی المرتبة فیقال فیها الافضل بعد الانبیاء ابوبکر، وقد اطبق علی أنه افضل الأمة حکی الشافعی وغیرہ اجماع الصحابة والتابعین علی ذلك۔" (قس، حاشیہ بخاری)

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو عنوان قائم کیا ہے یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اس بعدیت (بعد ہونے) سے مراد بعدیت زمانی ہے یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کو سب لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن بعدیت رتبی مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ سب انبیاء کرام کے بعد آپ ہی افضل ہیں۔ تحقیق اس پر اتفاق ہے کہ بیشک امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں امام شافعی وغیرہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس پر صحابہ کرام اور تابعین کا اجماع ہے۔"

"و زاد طبرانی فسمع النبی ﷺ ولا یکرہ"۔ (توشیح بین السطور)

"طبرانی میں اس پر مزید یہ بھی ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے سنا لیکن نا پسند نہیں فرمایا۔"

(سبحان اللہ!! کیا ہی خوب بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سن کر خاموشی اختیار کی، ناپسند نہیں فرمایا۔ لہٰذا یہ حدیث تقریری مرفوع ہے۔ نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو حدیث تقریری سے ثابت کر دینا تمام شکوک وشبہات کے زائل کر دینے کیلئے کافی ہے بشرطیکہ دل رفض سے پاک ہو۔)

"حدثنا عثمان بن أبی شیبة حدثنا اسود بن عامر حدثنا عبد العزیز بن ابی سلمة عن عبید الله عن نافع عن ابن عمر قال کنا نقول فی زمن النبی ﷺ لا نعدل بأبی بکر احداً ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبی ﷺ لا نفاضل بینهم۔" (ابوداؤد جلد ثانی باب فی التفضیل)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہی کسی ایک کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں کرتے تھے۔ پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم کے برابر نہیں کرتے تھے، اس کے بعد اسی طرح ہم چھوڑ دیتے کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔"

"حدثنا احمد بن صالح حدثنا عنبسة حدثنا یونس عن ابن شهاب قال قال سالم بن عبد الله ان ابن عمر قال کنا نقول ورسول الله ﷺ حیّ افضل امة النبی ﷺ بعده ابوبکر ثم عمر ثم

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی (ظاہری) حیات میں کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کی امت میں افضل ہیں ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان (رضی اللہ عنہم)۔"

عثمان"۔

(ابوداؤد باب التفضیل)

(ماخوذ من مطلع القمرین)

حدیث میمون بن مہران تابعی:

"ومنهم ميمون بن مهران من فقهاء التابعين سئل ابوبكر وعمر افضل أم لا فقف شعره وارتعدت فرائصه حتى سقطت عصاه من يده وقال ما كنت أظن ان أعيش الى زمان يفضل الناس أحدا على أبى بكر وعمر أو كما قال رواه ابو نعيم عن فرات بن السائب"

اوران میں سے (جن سے اجماع ثابت ہے)حضرت میمون ابن مہران جو کہ فقہاء تابعین سے ہیں'ان سے سوال ہوا کہ سیدنا ابوبکر وعمر افضل ہیں یا علی؟ تو ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اوران کی رگیں پھڑ کنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے ہاتھ سے گر گئی اورانہوں نے کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ جیوں گا جس میں لوگ ابوبکر وعمر پر کسی کو فضیلت دیں گے'یا جیسا کہ انہوں نے فرمایا اس حدیث کو روایت کیا ابونعیم نے فرات بن سائب سے۔"

(فتاوی رضویہ ج 28 ص 676 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اور دلیل:

"فان رأيت شيئا من كلمات المتأخرين تأبى هذا النور المبين فاعلم ان تخطية هذا البعض خير من تخطية احد الفريقين من ائمة الدين لا سيما القائلين بالقطع فهم العمد الكبار للدين الحنيف وبهم تشيد اركان الشرع المنيف فمنهم من هو

"تم اگر دیکھو کلماتِ متاخرین میں کوئی عبارت اس نورِ مبین (اجماع افضلیت صدیق) سے اباء (انکار) کرتی ہے تو جان لو اس بعض کو خاطی جاننا بہتر ہے اس سے کہ ائمہ دین میں کسی فریق کو خاطی ٹھہرایا جائے، خصوصاً وہ ائمہ کرام جو اس مسئلہ کو قطعی

اولهم وأولهم سيدهم ومولاهم واكثرهم التفضيل تفصيلا واشدهم على المخالف تنكيلا سيدنا المرتضى اسد الله العلى الأعلى كرم الله تعالى وجهه الكريم اذ قد تواتر عنه فى ايام امامته وكرسى زعامته تفضيل الشيخين على نفسه وعلى سائر الأمة و رمى بها بين اكتاف الناس و ظهورهم حتى جلى ظلام شكوك مدلهمة روى الدار قطنى عنه رضى الله عنه قال لا أجد أحدا فضلنى على أبى بكر وعمر الا جلدته حد المفترى"۔

(الصواعق المحرقہ بحوالہ الدار قطنی، الباب الثالث، الفصل الاول)

کہتے ہیں: اس لئے کہ وہی دینِ حنیف کے بڑے ستون ہیں اور انھیں سے شرع بلند وبرتر کے ستون قائم ہیں تو ان میں سے ایک وہ ہیں جو سب سے اول واَولیٰ اور ان سب کے سید ومولیٰ اور مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان کرنے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا خوف دلانے والے "سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ بلند وبالا کے شیر کرم اللہ وجہہ الکریم اس لئے کہ ان کے ایامِ خلافت اور کرسی زعامت (حاکمیت) میں ان کا شیخین ابوبکر وعمر کو خود پر اور تمام امت پر فضیلت دینا تواتر سے ثابت ہوا'اس کو لوگوں کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے اوران کے پیچھے خوب روشن کیا یہاں تک کہ تیرہ وتار (سخت تاریک) شبہات کی اندھیری کو دور کر دیا، دارقطنی نے اسی جناب سے روایت کیا، فرمایا: میں کسی کو نہ پاؤں گا جو مجھے ابوبکر وعمر پر فضیلت دے مگر یہ کہ میں اس کو مفتری کی حد ماروں گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی صحت کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

"قال سلطان الشان ابوعبد الله الذهبى حديث صحيح"

"اس فن کے سلطان حضرت ابوعبداللہ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے"۔

سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قائل ہوں۔

مختصر مطلب:

جن چھ اصحاب کا ذکر ابن عبد البر نے کیا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل مانتے تھے۔ ان میں دو صحابہ حضرت جابر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کی روایت کرتے ہیں۔ ایسا کہنا کسی طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش کریں کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہوں لیکن خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہوں۔ ان دونوں یعنی حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کی روایت رسول اللہ ﷺ سے یہ ہے:

ابوبکر وعمر سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والاٰخرین الا النبیین و المرسلین" (مسند احمد بن حنبل مسند علی بن ابی طالب، حدیث 602 دار الفکر بیروت 174/2)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سردار ہیں تمام مشائخ اہل بہشت کے اگلوں اور پچھلوں سے سوا انبیاء ومرسلین کے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ما طلعت الشمس علی احد منکم افضل من ابی بکر"

آفتاب نہ چمکا تم میں سے کسی پر جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

ابن عبد البر کی روایت پر قائم ہونے والی عمارت منہدم ہوگئی:

شاہ عبد القادر صاحب کا زیادہ زور پرانے تفضیلیوں کی طرح ابن عبد البر کی روایت پر تھا، جسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے شرح وبسط سے رد کردیا۔ اسلئے "زبدۃ التحقیق" میں جس روایت پر بڑا انحصار کیا گیا تھا جب وہ روایت ہی مرجوح ثابت ہوئی تو اس پر قائم کی گئی عمارت دھڑام سے نیچے آگئی۔

آیئے! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے پرانے تفضیلیوں کا جو رد کیا اور روایت ابن عبد البر کا بھی رد کیا، اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:

فائدہ جلیلہ:

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے ان مباحث مبہم کو ایسی روشِ روشن بدیع پر تقریر کیا جس سے نگاہِ حق بین میں اس روایت کی مطلق وقعت نہ رہی اور دامنِ اجماع غبارِ نزاع سے یکسر پاک وصاف ہوگیا اور قطعیت اجماع میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ ایسے احتمالات واوہام کی بناء پر اجماع کو درجہ ظنیت میں اتار لانا جیسا کہ بعض علماء سے واقع ہوا ہرگز ٹھیک نہیں۔

جب اجماع قطعی ہے تو افضلیت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی قطعی ہے:

اور جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا۔ ہمارا اور مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب ہے اگرچہ برخلاف امام اہل سنت سیدنا ابو الحسن اشعری علیہ الرحمۃ سے متاخرین کو شکوک ہوں (اور اختلاف ہو)

اگر (بالفرض) تفضیل ثابت ہو تو تفضیلیہ کیلئے کوئی خوشی کا مقام نہیں:

تفضیل اگرچہ ظنی ہو تفضیلیہ کی خوشی کا کوئی محل نہیں۔ ہم ان فرقوں کو کافر تو نہیں کہتے ہیں جو قطعیت مسئلہ کی حاجت ہو بدعتی بتاتے ہیں تو اس کیلئے قطعی کا خلاف ضرور نہیں۔ علماء تصریح فرماتے ہیں: جو شخص شب اسراء حضور کا آسمانوں پر تشریف لے جانا نہ مانے بدعتی ہے حالانکہ دلیل قطعی سے صرف بیت المقدس تک جلوہ افروز ہونا ثابت ہے۔

(ماخوذ از مطلع القمرین مصنفہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ص 172 تا 175 مع اضافات وحذف)

شاہ عبد القادر صاحب فرماتے ہیں:

"اب حضرت امام ابو الحسن اشعری کے دعویٰ اجماع اور افضلیت

کے قطعی ہونے کا فیصلہ خود کر لیجئے۔ اگر اجماع نص تام ہوتا تو دلیل قطعی ہوتا، تو اس کا منکر کافر ہوتا کیونکہ اس صفت کا اجماع دلیل قطعی ہوتا ہے اور ایسے اجماع سے افضلیت ثابت ہوئی ہوتی تو افضلیت قطعی ہوتی اور افضلیت کا منکر کافر ہوتا۔"

(زبدۃ التحقیق ص 228)

(شاہ صاحب نے یہ تبصرہ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پر کیا)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ اس کا جواب پہلے ہی دے چکے ہیں:

قطعی کے معنی میں دو احتمال ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ قطعی کے دو معانی کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

اعلم ان العلم القطعي يستعمل في معنيين احدهما قطع الاحتمال على وجه الاستيصال بحيث لا يبقى منه خبر ولا اثر وهذا هو الاخص كما في المحكم و المتواتر وهو المطلوب في اصول الدين فلا يكتفى فيها بالنص المشهور والثاني ان لا يكون هناك احتمال ناش من دليل وان كان نفس الاحتمال باقيا كالتجوز و التخصيص وسائر انحاء التاويل كما في الظواهر والنصوص والاحاديث المشهورة والاول يسمى علم اليقين ومخالفه كافر على الاختلاف في الاطلاق كما هو مذهب فقهاء الافاق والتخصيص بضروريات

علم قطعی دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے: ایک تو یہ کہ احتمال جڑ سے منقطع ہو جائے بایں طور کہ اس کی کوئی خبر یا اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور یہ اخص اعلیٰ ہے جیسا کہ محکم اور متواتر میں ہوتا ہے اور اصول دین میں یہی مطلوب ہے تو اس میں نص مشہور پر کفایت نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو دلیل سے ناشی (پیدا) ہو اگر چہ نفس احتمال باقی ہو جیسے کہ مجاز اور تخصیص اور باقی وجوہ تاویل جیسا کہ ظواہر اور نصوص اور احادیث مشہور میں ہے اور پہلی قسم کا نام علم یقین ہے: اور اس کا مخالف کافر ہے علماء میں اختلاف کے بموجب مطلقاً (یعنی بغیر کسی قید

الدين كما هو مشرب العلماء المتكلمين والثاني علم الطمانينة ومخالفه مبتدع ضال ولا مجال الى اكفاره كمسئلة وزن الاعمال يوم القيامة قال تعالىٰ و الوزن يومئذ الحق ويحتمل النقد احتمالا لا صارف اليه ولا دليل اصلا عليه فيكون كقولك وزنته بميزان العقل وهو رائج في العجم ايضا تقول سخن سنج اى ناقد الكلام ومسئلة رؤية الوجه الكريم للمؤمنين رزقنا المولى بفضله العميم قال تعالىٰ وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة ويحتمل احتمالا كذلك ارادة الامل و الرجاء وهو ايضا مما توفقت عليه العرب والعجم تقول دست نگر من است اى يرجو عطائى و يحتاج الى نوالى وهكذا مسئلة الاسراء الى السماوات العلى و الشفاعة الكبرى للسيد المصطفى عليه افضل التحية والثناء فكل ذلك ثابت بنصوص قواطع بالمعنى الثاني ولذا لا نقول بالكفار المعتزله والروافض الاولين المأولين۔

کے ہر علم یقین کا منکر کافر ہے) جیسا کہ فقہائے آفاق کا مذہب ہے یا ضروریاتِ دین کی قید کے ساتھ یعنی وہ علم یقین جس کا تعلق ضروریات دین سے ہے، اس کا منکر کافر ہے جیسا کہ علمائے متکلمین کا مشرب ہے اور دوسرے کا نام علم طمانیت ہے اور اس کا مخالف بدعتی و گمراہ ہے اور اس کو کافر کہنے کی مجال نہیں جیسے کہ قیامت کے دن اعمال کو تولنے کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور قیامت کے دن تول ہونا برحق ہے اور آیتِ نقد (پرکھ) کا ایسا احتمال رکھتی ہے جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ اصلاً اس پر کوئی دلیل ہے اب آیت کا معنی تمہارے قول "میں نے اس کو میزان عقل سے تولا" کے مثل ہو گا اور یہ عجم میں رائج ہے تم کہتے ہو: سخن سنج یعنی کلام پرکھنے والا اور مؤمنین کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ مولائے کریم اپنے فضل سے نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے" احتمال رکھتا ہے اسی طرح امید ورجاء کے ارادے کا یہ بھی ان باتوں میں

سے ہے جن پر عرب وعجم سب متفق ہیں تم کہتے ہو دست نگر من است یعنی میری عطاء کی امید رکھتا ہے اور میری بخشش کا محتاج ہے اور اسی طرح آسمانوں کی سیر اور شفاعتِ کبریٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہ تمام باتیں دوسرے معنی پر نصوص قطعی سے ثابت ہیں اور اسی لئے ہم تاویل کرنے کے سبب معتزلہ اور اگلے روافض کی تکفیر نہیں کرتے ۔

ظن کے دو معنی ہیں:

وھکذا الظن له معنیان اذ مقابل الاعم آخص والاعم اخص کما لا یخفی "

"اور اسی طرح ظن کے دو معنی ہیں: اس لئے کہ اعم کا مقابل اخص ہے اور اعم اخص ہے ہے جس طرح پوشیدہ نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج28 ص667-668)

الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم وانھم الیه راجعون :ای یتوقعون لقاء الله تعالیٰ و نیل ما عندہ او یتیقنون انھم یحشرون الی الله فیجازیھم ویؤیدہ ان فی مصحف ابن مسعود یعلمون و کان الظن لما شابه العلم فی الرجحان اطلق علیھم التضمین معنی التوقع قال اوس بن حجر" شعر

فـارسلتـه مستیـقـن الـظـن انـه مـخـاط مـا بیـن الشر السیف جـائف

آیۃ کریمہ میں "یظنون" کے دو معنی ہیں :ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی توقع کرتے ہیں اور جو اس کے ہاں اجر وثواب ہے اس کے پانے کی امید کرتے ہیں اور دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو اللہ کی طرف اٹھایا جانا ہے اور وہ ان کو جزاء دے گا۔ یقین والے معنی کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف سے تائید حاصل ہے جس میں گویا کہ "یظنون" کی تفسیر "یعلمون" سے کی گئی ہے یعنی وہ جو یقین رکھتے ہیں۔

ظن کو یقین کے معنی میں لینے کی وجہ یہ ہے کہ "ظن" میں بھی راجح جانب پائی جاتی ہے اور یقین میں بھی راجح جانب پائی جاتی ہے (فرق یہ ہے کہ "ظن" میں راجح جانب کے پائے جانے کے باوجود مرجوح کی طرف بھی کچھ نہ توجہ پائی جاتی ہے لیکن

یقین میں صرف راجح جانب پائی جاتی ہے، مرجوح کی طرف توجہ نہیں پائی جاتی) اسی لئے "ظن" کو یقین کے معنی میں ان کیلئے استعمال کیا گیا کیونکہ توقع کے معنی کو متضمن ہے۔ اوس بن حجر نے بھی ایک شعر میں ظن بمعنی یقین لیا ہے۔

میں نے تیر چلایا یقینی ظن سے کہ بیشک وہ پسلیوں اور پیٹ کے درمیان پہنچ جائے گا۔ (ماخوذ از شیخ زادہ علی البیضاوی)

ہمارے مسئلہ میں قطعی بمعنی طمانیت ہے:

یعنی جو ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو قطعی کہہ رہے ہیں اس میں قطعی کا معنی طمانینت ہے۔ یہ قطعی بالمعنی الاعم ہے اور قطعی کا معنی ہم یقین محکم نہیں لے رہے جس کا معنی یہ لیا جائے کہ اس کا منکر کافر ہے۔ اس طرح ظن کو بھی بمعنی توقع غالب کے لے لیں تو وہ بھی طمانینت کے معنی کو مستلزم ہوگا۔

آیئے! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وضاحت دیکھئے:

"اذا عرفت ھذا فمسئلتنا ھذہ ان ارید فیھا القطع بالمعنی الاخص فھذا جبل وعر صعب المرتقی اذ ما ورد فیھا فاما نص او ظاھر و کلاھما یقبلان التاویل ولو قبولا ضعیفا بعیدا او ابعد اضعف "

جب تو قطعی کے دو معانی اور ظن کے بھی دو معانی پہچان چکا ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ جس مسئلہ میں ہم کلام کر رہے ہیں کہ سب صحابہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے، اس قطعی کا معنی اگر ہم اخص (یعنی یقین محکم) لیں تو یہ پہاڑ ہے، سخت دشوار گزار، چڑھائی والا۔ اس لئے کہ اس میں جو کچھ وارد ہوا ہے یا تو نص ہے یا ظاہر ہے اور دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں، اگرچہ ضعیف بعید یا بہت زیادہ البعد اضعف سہی۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۶۸، ۶۶۹)

تفضیلی کافر نہیں، بدعتی ہیں:

"اذ لا نقول بالکفار المفضلة ومعاذ الله ان

ہم تفضیلیوں کے کافر ہونے کا قول نہیں

نقول اما الابتداء فيثبت بخلاف القطع بالمعنى الثانى وهو حاصل لا شك فيه لا يسوغ انكاره الا لغافل او متغافل فقد تظافرت عليه النصوص تظافرا جليا و بلغت الاخبار تواترا معنويا والاحتمالات الركيكة السخيفة الناشية من غير دليل لا تقدح فى القطع بهذا المعنى "

کرتے اور اللہ کی پناہ ہو کہ ہم یہ قول کریں لیکن ان کا بدعتی ہونا وہ تو ثابت ہے برخلاف قطعی بمعنی دیگر تو وہ بلا شبہ حاصل ہے جس کا معنی انکار سوائے غافل یا غافل بننے والے کے کسی کو نہ بن پڑے گا اس لئے کہ اس پر واضح کثرت کے ساتھ نصوص آئیں اور احادیث تو اتر معنوی کی حد کو پہنچ گئیں اور رکیک (کمزور) احتمالات جو کسی دلیل سے ناشی (پیدا) نہیں ہوتے وہ اس معنی کے لحاظ سے قطعی میں اثر انداز نہیں۔"

(مطلب واضح ہے کہ تفضیلی کافر نہیں کیونکہ وہ قطعی بمعنی محکم بالیقین کے منکر نہیں بلکہ قطعی بالطمانیۃ کے منکر ہیں جس سے بدعتی ہونا لازم آتا ہے کفر نہیں)

سلف صالحین کا اجماع آج تک قائم ہے:

یقیناً اس کی وجہ اعلیٰ حضرت مولنا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔

طنز یہ جملہ کو راقم نے مستحسن کر دکھایا:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بدترین طنز ان الفاظ سے کی گئی ہے:

"یہ افضلیتِ مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متأخرین ہند کی اختراعات ہیں، ان کا سنیت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔" (زبدۃ التحقیق ص ۲۰)

ہاں! ہاں!! اس سے مراد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لئے گئے ہیں۔ یقیناً یہ ان کی کرامت کہ سلف صالحین نے جو اصطلاحات قائم کی تھی، آپ کی کرامت کی وجہ سے ہی

وہ قائم و دائم ہیں، البتہ یہ جملہ انسانیت سے گرا ہوا ہے۔ "ان کا سنیت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔" آج تک تو سنیت کا تشخص ہی بریلویت سے قائم تھا ورنہ اہل سنت کے لفظ کا اپنے ساتھ استعمال کرنا تو کئی فرقوں میں موجود ہے جس مسجد میں جھگڑے کا خطرہ ہوتا، اس پر بھی یہ لکھا جاتا: "مسجد اہل سنت و جماعت (بریلوی مسلک)"

اہل سنت کو پہلے اغیار "بریلوی یا رضاء خانی" کہتے تھے۔ اب اپنے کہہ رہے ہیں وہ غیروں سے مقابلہ تو نہ کر سکے لیکن اپنے ہی اتحاد کر تباہ کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فضل کلی اور جزئی کو یوں بیان فرماتے ہیں:

وہ چند صحابی جن سے ابن عبد البر نے تفضیل حضرت مرتضوی نقل کی، اس سے یہی معنی بالیقین مفہوم نہیں ہوئے کہ وہ حضرت مولیٰ علی کو شیخین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) پر فضل کلی مانتے ہوں ممکن کہ تقدم اسلام وغیرہ فضائل خاصہ جزئیہ میں تفضیل دیتے ہوں اور یہ معنی ہمارے منافی مقصود نہیں کہ ہم خود مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کیلئے خصائص کثیرہ کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔ کلام ہمارا افضلیت بمعنی کثرت ثواب و زیارت قرب و جاہت میں ہے۔ جب تک ان روایات میں جناب مولیٰ علی کی نسبت اس معنی کی تصریح نہ ہو ہم پر وارد اور مزاج اجماع کی مفسد نہیں ہو سکتیں۔

(مطلع القمرین تصنیف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ص 178 مطبوعہ مکتبہ بہار شریعت)

فضل کلی و جزئی کی تقسیم کو بعض متأخرین ہند کی اختراعات کہنے کی ضرورت کیوں در پیش آئی؟

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ابن عبد البر کی روایت سے اجماع کی نفی کی جا سکے۔ ابن عبد البر کی روایت کہ جس علمی زور سے پرخچے اڑا دیئے۔ پرانے تفضیلی جس سے لاجواب ہو گئے تھے، اب پھر سے اسے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

فضل کلی اور جزئی کی تقسیم میں کیا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ منفرد ہیں؟

التابعين على تفضيل ابى بكر و عمر و تقديمهما على سائر الصحابة جماعة من اكابر الائمة منهم الشافعى رضى الله عنه كما حكاه عند البيهقى وغيره وان من اختلاف منهم انما اختلف فى على وعثمان"

کی نفی کی جاسکتی ہے جبکہ صحابہ کرام اورتابعین کا اجماع بیان کیا گیا ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے افضل ہونے اورمقدم ہونے پر تمام صحابہ سے اجماع کا قول اکابر ائمہ کرام کی ایک جماعت نے کیا ہے ان میں ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں بیہقی وغیرہ نے یہی بیان کیا ہے بیشک جن حضرات نے اختلاف کیا وہ اختلاف صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں ہے۔

جواب تنزل کے طور پر:

"وعلى التنزل فانه حفظ مالم يحفظ غيره فيجاب عنه بان الائمة انما اعرضوا عن هذه المقالة لشذوذها ذهابا الى ان شذوذ المخالف لا يقدح فيه او رأوا حادثة بعد انعقاد الاجماع فكانت فى حيز الطرح الرد"

تنزل کے طور پر جواب کا یہ مطلب ہے کہ یہ اگر مان بھی لیا جائے ابن عبدالبر کا حافظہ دوسروں سے زائد تھا تب بھی اس کے قول کو نہیں مانا جائے گا، اس لئے کہ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ائمہ کرام نے (ائمہ اربعہ یعنی چار اماموں کے عقائد پہلے بیان کئے جاچکے ہیں) ابن عبدالبر کے قول کو شاذ سمجھ کر اس سے اعراض کیا ہے اس لئے کہ مخالف کا شاذ قول اجماع میں کوئی عیب نہیں لگاتا اور جواب یہ دیا گیا ہے اجماع پہلے منعقد ہے اس کے (تین، چار سو سال) بعد کا اختلاف مردود ہوگا۔

واضح طور پر حاصل ہوا:

کہ اجماع متقدمین کی بعد میں آنے والے مخالفت کریں تو ان کی مخالفت

سے متقدمین کا اجماع باطل نہیں ہوگا۔

تفضیل حسنین کریمین کی نوعیت کیا؟

على ان المفهوم من كلام ابن البر ان الاجماع استقر على تفضيل الشيخين على الحسنين واما ما وقع فى طبقات ابن الكبرى عن بعض المتاخرين من تفضيل الحسنين من حيث انهما بضعة فلا ينافى ذلك لما قدمناه ان المفضول قد توجد فيه مزية ليست فى الفاضل على ان هذا تفضيل لا يرجع لكثرة الثواب بل لمزيد شرف ففى ذات اولاده صلی اللہ علیہ وسلم من الشرف ما ليس فى ذات الشيخين ولكنهما اكثر ثوابا واعظم نفعا للمسلمين والاسلام و اخشى لله واتقى ممن عداهما من اولاده صلی اللہ علیہ وسلم فضلا عن غيرهم "

علاوہ اس کے کہ ابن عبدالبر کے قول سے تو یہ ثابت ہے کہ شیخین (حضرت ابوبکر وعمر) کی افضلیت حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما پر اجماع ہے لیکن ابن سبکی کی طبقات کبریٰ میں جو بعض متاخرین کا قول حسنین کریمین کے افضل ہونے پر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کے لحاظ پر آپ کے جسم کا ٹکڑا ہیں، یہ قول شیخین کی افضلیت کے اجماع کے مخالف نہیں اسلئے کہ ہم نے یہ بیان کردیا کبھی مفضول (غیر افضل) میں وہ فوقیت (فضلیت) پائی جاتی ہے جو افضل میں نہیں پائی جاتی۔ یہ فضلیت زیادتی ثواب کی وجہ سے حسنین کریمین کو حاصل نہیں تھی بلکہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے سے جو زیادہ شرف حاصل ہے وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حاصل نہیں (یقیناً وہ حضور کی اولاد تو نہیں) لیکن زیادہ ثواب اور مسلمانوں اور اسلام کو زیادہ عظیم نفع ان دونوں سے ہی حاصل رہا اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ خوف اور زیادہ تقویٰ ان دونوں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو ہی حاصل رہا۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا:

قولہ کیا مناسبت شیخ محقق مولنا عبدالحق   شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

محدث دہلوی دراشعۃ اللمعات درباب مناقب اہل بیت النبی ﷺ میفر ماید ہیچ کس بحسب شرف ذات وطہارت طینت وپاکی جوہر بفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم نرسد واللہ اعلم انتہی۔

اشعۃ اللمعات کے باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ میں فرماتے ہیں: کوئی شخص بھی شرف ذات ونسب اور طہارت طینت اور پاکیزگی جوہر کے لحاظ سے حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو نہیں پہنچتا

اقول: (میں کہتا ہوں) پس اگر شرافت نسبت ونظافت جوہر وطہارت عنصر وطیب طینت میں گفتگو کرتے ہو تو حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا (وحسنین رضی اللہ عنہما) سب سے افضل ہیں اوران امور میں بحث نہیں۔ دلائل تفضیل مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ میں ان کا ذکر کیوں لاتے ہو۔ غرض حق یہ ہے کہ سفضیہ (وتفضیلیہ) کی کس بات کا تھل نہ بیڑا۔

(منہیہ مطلع القمرین ص 74-75)

ابن عبدالبر کے دوسرے قول کا جواب:

واما ماحکاہ اعنی ابن عبد البر ثانیا عن اولئک الجماعۃ فلا یقتضی انھم قائلون بافضلیۃ علی رضی اللہ عنہ علی ابی بکر مطلقا بل اما من حیث تقدمہ علیہ اسلاما بناء علی القول بذلک او مرادھم بتفضیل علی رضی اللہ عنہ علی غیرہ ما عدا الشیخین وعثمان لقیام الادلۃ الصریحۃ علی افضلیۃ ھولاء علیہ"

ابن عبدالبر کا جو دوسرا قول بیان کیا گیا ہے کہ سات صحابہ حضرت علی کو افضل مانتے تھے اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ حضرات مطلقاً حضرت علی کو حضرت ابوبکر پر افضل مانتے تھے بلکہ وہ یا تو حضرت علی کو پہلے اسلام لانے کی وجہ سے افضل کہتے تھے۔ یا ان کی مراد یہ تھی پہلے تین خلفاء (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان) کے بعد سب صحابہ سے آپ افضل تھے۔ اسلئے کہ صریح اور صحیح دلائل تینوں اصحاب کی آپ پر افضیلت پر دلالت کر رہے ہیں۔

سوال:

"فان قلت مامستند اجماعھم علی ذلک" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضیلت پر اجماع کی سند کیا ہے؟

جواب:

قلت الاجماع حجۃ علی کل احد وان لم یعرف مستندہ لان اللہ عصم ھذہ الامۃ من ان تجتمع علی ضلالۃ ویدل لذلک بل یصرح بہ قولہ تعالی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا

اجماع ہر ایک پر حجت (دلیل) ہے۔ اگرچہ اس کی سند کا پتہ نہ ہو، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو گمراہی پر جمع ہونے سے بچا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد گرامی اس پر دلالت کر رہا ہے، (ترجمہ) (اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا) اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کے حل پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنز الایمان)

اجماع پر اور دلیل:

وقد اجمعو ایضا علی استحقاقھم الخلافۃ علی ھذا الترتیب لکن ھذا قطعی"

قطعی اجماع ہے اس پر کہ خلفائے راشدین کی خلافت کی جو ترتیب ہے وہ اسی کے مستحق تھے۔

افضلیت شیخین پر اجماع کے ثبوت میں اختلاف نہیں بلکہ اجماع کے قطعی ہونے میں اختلاف ہے:

سوال:

فان قلت لم لم يكن التفضيل بينهم على هذا الترتيب قطعا ايضا حتى غير الاشعرى للاجماع عليه "

جب خلافت کی ترتیب پر علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے حضرات کا بھی اجماع ہے تو افضلیت میں اجماع کیوں نہیں؟

جواب:

قلت اما بين عثمان وعلى فواضح للخلاف فيه كما تقدم واما بين ابى بكر ثم عمر ثم غيرهما فهو وان اجمعو عليه الا ان فى كون الاجماع حجة قطعية خلاف فالذى عليه الاكثرون انه حجة قطعية مطلقا فيقدم على الادلة كلها ولا يعارضه دليل اصلا و يكفر او يبدع ويضلل مخالفه "

"حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں تو اختلاف ہے جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے لیکن پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھران کے علاوہ دوسرے حضرات اس میں اجماع ہے یعنی اجماع میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں! البتہ اختلاف ہے تو اجماع کے حجت قطعیہ ہونے میں اکثر حضرات اس طرف ہیں کہ بیشک حجت قطعیہ ہے تمام دلیلوں سے مقدم ہے جب اس کے مخالف کوئی اور دلیل بالکل نہ ہو تو اس اجماع کا خلاف کرنے والا کافر ہوگا یا مبتدع (بدعتی) ہوگا اور بھٹکا ہوا ہوگا۔"

حجت قطعیہ کا منکر کافر ہوگا یا مبتدع اسی قول سے اشارہ مل گیا قطعی کی دو قسمیں کا جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہیں "وقال الامام الرازی والامدی انه ظنی مطلقا" "امام رازی اور آمدی دونوں نے کہا: اجماع مطلقاً دلیل ظنی ہے۔"

اقوال میں محاکمہ:

و الحق فى ذلك التفصيل فما اتفق عليه

حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے،

المعتبرون حجة قطعية وما اختلفوا كالاجماع السكوتى والاجماع الذى يرد مخالفة فهو ظنى "

اجماع دلیل قطعی ہے جس میں اتفاق ہے وہ اجماع قولی ہے جس میں ایک وقت کے تمام مجتہدین قولاً متفق ہوں اور جس اجماع کے دلیل قطعی یا ظنی ہونے میں اختلاف ہے وہ اجماع سکوتی ہے بعض حضرات نے قول کیا ہو اور بعض خاموش رہے ہوں یعنی مخالفت نہ کی ہو اور ایک اجماع دلیل ظنی ہے جس کا کوئی مخالف بھی پایا گیا ہو۔"

(اجماع کا ذکر ان شاء اللہ قریب ہی آرہا ہے)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع کا مخالف نادر اور غیر معتبر ہے:

وقد علمت مما قررته لك ان هذا الاجماع له مخالف نادر فهو وان لم يعتد به فى الاجماع على ما فيه من الخلاف فى محله لكنه يورث انحطاطه عن الاجماع الذى لا مخالف له فالاوّل ظنى وهذا قطعى وبهذا يترجح ما قاله غير الاشعرى من ان الاجماع هنا ظنى لانه اللائق مما قررناه من ان الحق عند الاصوليين التفصيل المذكور وكان الاشعرى من الاكثرين القائلين بانه قطعى مطلقا "

جو میں نے تمہارے لئے بیان کیا ہے جب اس کا تمہیں علم حاصل ہو گیا کہ بیشک یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع کا مخالف کوئی نادر ہوگا اور غیر معتبر جس کا اختلاف کا کوئی اعتبار ہی نہیں (وہ تو کسی گنتی میں ہی نہیں) لیکن اس اجماع سے درجہ میں کمی کردے گا جس میں کوئی مخالف نہ ہو پہلا یعنی جس اجماع کے کوئی مخالف بھی ہو اگر چہ غیر معتبر ہی ہو وہ دلیل ظنی ہے اور جس میں کوئی مخالف نہ ہو تو وہ دلیل قطعی ہے اس تفصیل سے ترجیح دی جائے گی علامہ اشعری کے علاوہ ان لوگوں کے قول کو جو

قائل ہیں اس کے اجماع یہاں دلیل ظنی ہے کیونکہ اصولیین کے نزدیک تفصیل مذکور حق ہے۔ علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ جو امام اہلسنت ہیں، وہ ان کثیر تعداد علماء و مشائخ سے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع کو مطلقاً قطعی دلیل مانتے ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ کا عجز و اقرار:

1۔ ومما يؤيد انه هنا ظنی ان المجمعين انفسهم لم يقطعوا بالافضلية المذكورة و انما ظنوها فقط كما هو المفهوم من عبارات الائمة واشاراتهم و سبب ذلك ان المسئلة اجتهادية ومن مستنده ان هؤلاء الاربعة اختارهم لخلافة نبيه واقامة دينه فكان الظاهر ان منزلتهم عنده بحسب ترتيبهم فی الخلافة"

دلیل ظنی کے قول کو تائید اس سے ملتی ہے کہ اجماع والے حضرات نے افضلیت مذکورہ کو دلیل قطعی سے ثابت نہیں کیا، بلکہ انہوں نے صرف ظن سے ثابت کیا ہے کہ ائمہ کرام کی عبارات و اشارات سے جو سمجھ آیا، سبب اس کا یہ ہے کہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ اجماع کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ چار خلفاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کیلئے اور اپنے دین کی اقامت کیلئے پسند کرلیا تو ظاہر بات یہ ہے کہ بیشک ان کا مرتبہ بھی ترتیب خلافت کے مطابق ہی ہے۔

علامہ ہیتمی کے اس قول پر یوں کہنا کوئی دشوار نہیں کہ اجماع قطعی مطلق والے حضرات نے دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے، صرف ظن سے نہیں۔ اور اسی افضلیت کی ترتیب پر خلافت کے انتخاب کی بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو توفیق عطاء فرمائی ہے۔

2۔ وايضا ورد فی ابی بكر وغيره كعلی نصوص متعارضة يأتی بسطها فی الفضائل وهی لا تفيد القطع لانها باسرها احاد و ظنية الدلالة مع كونها متعارضة"

اور دوسری دلیل ظنی کی تائید میں علامہ ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں نصوص متعارض ہیں جن کا بساطت سے ذکر فضائل

میں آئے گا وہ قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی اس لئے کہ سب اخبار احاد ہیں اور ظنیۃ الدلالۃ اور متعارض ہیں۔

اس دلیل پر بھی یوں کہنا ضروری ہے کہ اجماع کو دلیل قطعی بنانے والوں نے اپنے دلائل سے نصوص کے تعارض کو مٹایا ہے جیسے آپ خود بیان کر چکے ہیں کہ مفضول میں وہ فوقیت پائی جاسکتی ہے جو فاضل میں نہیں پائی جاسکتی، پھر تعارض صوری ہے حقیقی نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا قول پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

پھر یہ کہنا کہ اخبارِ احاد ہیں، قطعیت کا فائدہ نہیں دیتیں اسلئے ان کی دلالت ظنی ہے اسے یوں بیان کیا جائے گا اگر قطعی بمعنی یقین لیں جس کا منکر کافر ہے تو ہم قطعی کا یہ معنی لیتے ہی نہیں ورنہ مشہور احادیث ہوتی ہی وہ ہیں جو قرنِ اوّل میں احاد ہوتی ہیں قرن ثانی میں آکر درجہ تواتر میں پہنچ جاتی ہیں ان سے قطعی بمعنی طمانیۃ حاصل ہوتا ہے ہماری مراد قطعی سے یہی دوسری قسم ہے۔

اعتراض:

جو اصل میں اخبارِ احاد ہیں، ان سے یقین کیسے حاصل ہوگا؟ اسلئے خبر واحد ظنی ہوتی ہے تو ظن کو ظن سے ملانے سے بھی ظن ہی حاصل ہوگا، یقین حاصل نہیں ہوگا پھر جب ایک میں جھوٹ کا احتمال ہوگا تو مجموع میں بھی جھوٹ کا ہی احتمال ہوگا تو کیسے متواتر یا مشہور احادیث بنیں گی؟

جواب:

اجتماع سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو احاد سے حاصل نہیں ہوتی، اس لئے احاد کا ظنی ہونا اور مجموعی کا یقینی ہونا پایا جائے گا جیسے کہ ایک بال کی کوئی قوت نہیں ہوتی لیکن جب بال مجتمع ہو کر رسی بن جائیں تو ان میں بہت قوت و مضبوطی آجاتی ہے۔
(شرح عقائد مع نبراس ص 77)

پھر اصول حدیث کا قانون واضح ہے کہ خبر ضعیف جب متعدد طرق سے ثابت ہو تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ متعدد طرق سے اس کا ثبوت اس میں قوت پیدا کر دیتا ہے، پھر شرح عقائد کے آخر میں جن مسائل کا ذکر ہے ان میں شارحین نے جا بجا لکھا ہے کہ یہ مسائل اخبار احاد متواتر المعنی سے ثابت ہیں۔

(۳) تیسری دلیل علامہ ہیتمی مکی رحمہ اللہ نے یہ بیان کی ہے:

"و ایضا ولیس الاختصاص بکثرۃ اسباب الثواب موجبا لزیادۃ مستلزمۃ للافضلیۃ قطعا بل ظنا لانہ تفضل من اللہ فلہ ان لا یثیب المطیع ویثیب غیرہ وثبوت الامامۃ وان کان قطعیا لا یفید القطع بالافضلیۃ بل غایتہ الظن کیف ولا قاطع علی بطلان امامۃ المفضول مع وجود الفاضل۔

کثرت اسباب ثواب کی وجہ زیادتی کا سبب نہیں جو مستلزم افضلیت قطعی ہو بلکہ ظنی ہے اس لئے کہ تفضیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ مطیع کو ثواب نہ دے اور غیر کو ثواب دے دے۔ ثبوت امامت اگرچہ قطعی ہے لیکن افضلیت قطعیہ کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ غایت اس کی ظن ہے کس طرح (یہ نہ ہو) کیونکہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت کا بطلان قطعی نہیں۔"

اگرچہ اس دلیل میں اجتہادی قول کے خطاء کی بات صریح طور پر موجود ہے کیونکہ کثرتِ ثواب اور خصوصی راز آپ کے دل میں رکھنا اور چار وجوہ افضلیت کی مختصہ آپ (حضرت ابوبکر صدیق) میں ہی پائی گئی ہیں مطیع کو ثواب نہ دینا بھی رب تعالیٰ کی شان کریمی کے خلاف ہے، البتہ غیر مطیع کو ثواب دے دینا اس کا فضل ہے جس کی جلوہ گری آخرت میں ہوگی۔

پھر خلافت عامہ کا تو یہی قانون ہے کہ مفضول کی خلافت فاضل کے ہوتے ہوئے کبھی پائی جاتی ہے لیکن خلافت نبوت کا قانون ہی شانِ نبوت کے مطابق

بلند شان والا ہے۔ بلند شان والا ہی سب سے پہلے عظیم الشان کا خلیفہ بنا۔

زبدۃ التحقیق کے ص ۲۴ پر:

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ کی "وایضا" سے آگے عبارت کو نقل کیا گیا ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ظنی ہے بلکہ آگے اوراق میں یوں بیان کر دیا گیا ہے کہ علامہ مکی نے بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں ظنی کو ثابت کیا ہے۔

کاش!! علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن بات کو نقل کیا جاتا جو یہ ہے:

"لکنا وجدنا السلف فضلوھم کذلك و حسن ظننا بھم قاض بانھم لو لم یطلعوا علی دلیل فی ذلك لما اطبقوا علیہ فلزمنا اتباعھم فیہ وتفویض ما ھو الحق فیہ الی اللہ تعالیٰ"

لیکن ہم نے سلف کو اسی پر پایا کہ انہوں نے فضلیت دی ہے ان کو (خلفاء راشدین کو) اسی طرح (یعنی ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق بلکہ افضلیت کے مطابق ترتیب خلافت رکھی گئی) اور ہمارا حسن ظن ان کے متعلق یہی فیصلہ کرتا ہے کہ بیشک وہ اگر اس (مسئلہ افضلیت میں حقیقت میں حق کیا ہے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔

کاش!! "زبدۃ التحقیق" میں بھی یہ فیصلہ کن بات یوں لکھ دی جاتی کہ: اگرچہ مجھے دلائل ظنی بہتر نظر آتے ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ میری نظر و فکر کی کمی ہو، سلف صالحین کے اتفاق و اجماع کو ہم پر ماننا لازم ہے تو جھگڑا کرنے والوں کا جھگڑا ابھی ختم ہو جاتا اور انصاف کی بات بھی ہوتی اور سلف صالحین کی یاد بھی تازہ ہوتی کہ ان کے اختلاف کس قسم کے تھے، ان میں کس درجہ کا انصاف پایا جاتا تھا بات تو وہی بنی کہ ہر شخص اپنی مرضی کی بات کرتا ہے جو جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔

OOOO

ترتیب فضلیت اور افضلیت کی مراد کا بیان:

وفضلهم علی ترتیب الخلافة والمراد بالافضلیة اکثریة الثواب

ان کی فضلیت کی ترتیب وہی ہے جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے۔ افضلیت سے مراد زیادتی ثواب کا حصول ہے۔

یہاں دو مسائل پر گفتگو کرتے ہیں:

بدانکه اینجا دو مقام است مقام اول آنکه خلیفه برحق بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر صدیق است بعد از وی عمرفاروق بعد ازوی عثمان ذوالنورین بعد از وی علی مرتضی رضوان الله علیهم اجمعین۔

اس جگہ دو مقام ہیں: پہلا مقام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفۂ برحق حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین اور ان کے بعد حضرت علی المرتضی ہیں (رضی اللہ عنہم)

مندرجہ بالا مسئلہ پر اجماع ہے اور وہ یقینی ہے:

در این مسئله نزد اہلِ سنت و جماعت از یقینات است و طریق اثبات خلافت ابو بکر نزد بعض بنص صریح و حدیث صحیح است و نزد جمهور اهل سنت و جماعت اجماع صحابه است یعنی صحابه همه اتفاق کردند برخلافت ابی بکر و اطاعت وانقیاد وی نمودند و دراحکام دنیا و آخرت براهِ موافقت ومتابعت رفتند وحال آنکه درایشان ابو ذر وعمار و سلمان

یہ مسئلہ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک یقینیات (قطعیات) سے ہے اور بعض حضرات کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص صریح وحدیث صحیح سے ثابت ہے اور جمہور علماء اہلِ سنت کے نزدیک اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے۔ یعنی تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اور دنیا و آخرت کے احکام میں موافقت و متابعت کی راہ چلے۔ اور حال یہ ہے کہ ان

وصهیب وامثال ایشان بودند که بحال ایشان میل ومداهنت دردین اصلًا راه نداشت ودرشان ایشان وارد است (لا یخافون لومة لائم)

(موافقت ومتابعت کرنے والوں) میں حضرت ابوذر اور حضرت عمار اور حضرت سلمان اور حضرت صہیب اور ان کی مثل اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بھی تھے جنہوں نے کبھی دین کے معاملہ میں میلان اور چاپلوسی نہیں کی۔ ان کی شان میں رب تعالی کا ارشاد وارد ہے "لا یخافون لومة لائم" وہ خوف نہیں کرتے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔

بعض صحابہ کرام کا تاخیر بیعت سے اجماع میں کوئی فرق لازم نہ آیا:

اگرچه امیر المؤمنین علی بن ابی طالب و عباس بن عبد المطلب ودیگر از اصحاب مثل طلحه و زبیر و مقداد بن اسود که از اعیان واکابر صحابه بودند در حین عقد بیعت اصحاب بیعت نکردند لیکن بعد ازان وقت دیگر ایشان نزد بیعت کردند و در اطاعت و انقیاد وے درآمدند وبراه موافقت رفتند و ابوبکر ایشان را نزد خود طلبید و دیگر اصحاب نیز حاضر آورد وخطبه خواند و گفت این علی بن ابی طالب است ومن او را به بیعت خود الزام نمی کنم، اختیار او بدست او ست و شما را نیز اختیار بدست شما است اگر دیگرے را جز من اولی دانید

اور اگر چہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب وعباس بن عبدالمطلب اور اصحاب میں سے دوسرے طلحہ اور زبیر اور مقداد بن اسود کہ جو اشراف واکابر صحابہ تھے انہوں نے جب دوسرے صحابہ نے بیعت کی اسی وقت بیعت نہ کی۔ لیکن اس کے بعد دوسرے وقت میں انہوں نے بھی بیعت کر لی اور یہ بھی آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں آ گئے۔ اور موافقت کی راہ اختیار کر لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو اپنے پاس بلایا اور دوسرے صحابہ کو بھی اپنے پاس حاضر کیا اور خطبہ دیا اور فرمایا: یہ علی بن ابی طالب ہیں۔ میں نے ان پر اپنی بیعت کرنا لازم قرار نہیں دیا ان کا اختیار ان کے اپنے ہاتھ میں ہے اور تمہارا اختیار بھی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم لوگ کسی دوسرے کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو

و مصلحت بيند اولى كسيكه باوى بيعت كند من خواهم بود پس على و هر كه باوى بود گفته غير ترا اولى ندانيم' ترا پيغمبر خدا صلى الله عليه وسلم در امر دين ما پيش كرد و ديگر كه تواند پيش انداخت اشارت بأمر امامت نماز كرد كه آنحضرت صلى الله عليه وسلم درروز آخرت از حيات او را فرمود جز آنكه مارا آں گراں آمد كه ما از اهل بيت پيغمر و ارباب مشاورت و اجتهاد بوديم بى سابقه مشاورت ما چوں كردند اكنوں ما ميدانيم كه اولى و احق بأمامت تونى پس على هر كه از اصحاب باوى بودند رضى الله عنهم باوى على رؤس الاشهاد بيعت كردند۔

اور کسی دوسرے کے خلیفہ بنانے میں مصلحت سمجھتے ہو۔تو پہلا شخص اس آدمی سے جو بیعت کرنے والا ہوگا وہ میں ہوں گا۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ جو تھے سب نے کہا: ہم آپ سے کسی کو بہتر نہیں سمجھتے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دین کے معاملہ میں آگے رکھا اور بھی جہاں تک ہوسکا آپ کو آگے رکھا۔آپ کا اشارہ نماز کی امامت کے متعلق تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری (مرض کے) دنوں میں آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' صرف ہمیں پریشانی یہ ہوئی کہ ہم اہلِ بیعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ارباب مشاورت واجتہاد تھے۔ہم سے مشورہ نہیں کیا گیا اب ہم آپ کو ہی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ حقدار خلافت کا سمجھتے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ جو دوسرے اصحاب تھے' سب نے اعلانیہ طور پر سب لوگوں کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ اس لئے آپ کی خلافت پر اجماع منعقد ہوگیا۔ان کا بیعت کرنے میں دیر کرنا سوچنے' اجتہاد اور درست راہ کی تلاش کی کوشش کی وجہ سے انعقادِ خلافت اور اجماع میں کوئی عیب نہ تھا۔

بیعت کرنے کی مدت تاخیر میں شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ کا مختار:

وبعض گويند كه سبب تاخير وعدم حضور على مرتضى در وقت بيعت اشتغال تجهيز و تكفين آنحضرت صلى الله عليه وسلم بود و بعد ازاں بسبب حزن و مصيبت آنحضرت صلى الله عليه وسلم خود را درخلوت انداخت و بجمع قرآن مشغول شد و ازيں جا امتداد مدت توقف و تردد فهم گردد حتى كه گفته اند تا شش ماه بود و بعد از فوت فاطمه زهرا بيعت كرد و صحيح آنست كه ايں قدر نبود در آخر هماں روز يا بروز ديگر بود والله اعلم

بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دیر کرنا اور بیعت کے وقت حاضر نہ ہونا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

تجہیز و تکفین میں مشغول ہوگئے۔اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں مبتلا ہوگئے اور آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی' قرآن پاک کے جمع کرنے میں مشغول ہوگئے' پھر کچھ دیر تک سوچ وغیرہ میں مبتلا رہے یہاں تک کہ چھ ماہ گزر گئے۔ حضرت فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ نے بیعت کی۔ لیکن صحیح یہ ہے اتنی مدت نہیں تھی' اسی دن کے آخر میں یا دوسرے دن ہی آپ نے بیعت کرلی تھی۔

(تکمیل الایمان ص133 تا137)

راقم کا مختار اس میں یہ ہے جو بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے بیعت دو مرتبہ کی۔ ایک مرتبہ تو شروع میں اسی دن کچھ تاخیر سے یا دوسرے دن آپ نے بیعت کرلی تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے غم اور حضرت فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے کھل کر حکومت کا ساتھ نہ دے سکے۔ پھر چھ ماہ بعد دوبارہ بیعت کر کے با قاعدہ حکومت میں شامل ہوگئے ۔ چھ ماہ کے بعد کا تذکرہ بھی مسلم ج2 ص99 باب الفئ میں ملتا ہے۔ بہتر تطبیق اور محاکمہ اسی میں نظر آتا ہے۔۔۔۔واللہ اعلم

حضرت علی حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مطیع رہے اور آپ کے غزوہ میں شریک ہوکر مالِ غنیمت حاصل کیا:

و بالجمله على مرتضى دائم مطيع و سامع و متمثل امر ابوبكر صديق بود و درنماز فرض وجمعه و عيد اقتداء بوے ميكرد ودر غزوه بنى حنيفه كه

حاصل کلام یہ ہے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مطیع اور آپ کے فرمان کو سننے اور ماننے والے رہے فرض نمازوں اور جمعہ وعید میں آپ کی اقتداء

کو دیکھئے!!

پہلے ایک بات کی طرف توجہ فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ کے وصال سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ جن جنگوں میں شریک ہوئے وہ کفار سے جنگیں تھیں۔ اگر مراد یہ ہے کہ کافروں کے دلوں میں نفرت وعداوت تو اس سے آپ کو خلیفہ نہ بنانے کی وجہ؟ وہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مخالف تھے۔ اگر اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو پہلے کافر تھے ان سے لڑائیوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حصہ لیا تھا تو یہ قرآن کی مخالفت اور صحابہ کرام کی توہین ہے۔ قرآن پاک میں تو مصطفیٰ کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی شان یوں بیان کی گئی۔ ''محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم'' محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔

واضح ہوا کہ رب تعالیٰ نے تو یہ فرمایا اسلام لانے کے بعد مسلمان ایک دوسرے کیلئے رحمدل تھے یعنی ان کے دلوں میں عداوت ونفرت نہیں تھی اور شیعہ کا زیدیہ (تفضیلیہ) فرقہ یہ کہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد وہ ایک دوسرے سے عداوت و نفرت رکھتے تھے۔ تو کیا ان کا یہ قول ظالمانہ ہے یا نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا موقف خلفاء راشدین کے متعلق یہ ہے:

جو ابتداءِ بحث میں ذکر کیا گیا ''وفضلهم على ترتيب الخلافة والمراد بالافضلية اكثرية الثواب'' خلفاء راشدین کی افضلیت کی ترتیب وہی ہے جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے۔ خلفاء راشدین کی خلافت خلافتِ خاصہ کہلاتی ہے بلکہ وہ خلافتِ نبوت ہے۔

زیدیہ فرقہ کو شیخ کا الزامی جواب اور خلافت عامہ کا ذکر:

علمائے سنت را در ہر دو جا سخن است می گویند کہ واجب است کہ خلیفہ افضل و اکمل از اہل زمان خود باشد بلکہ بودن او از قریش و عالم بحلال و حرام و مصالح ومہام دین اسلام و ورع و عدالت و شہامت و کفایت در اہلیت امامت واستحقاق خلافت کافی است۔

اہلِ سنت علماء کرام کو دونوں جگہ میں کلام ہے۔ کہ وہ جو کہتے ہیں کہ خلیفہ اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہونا چاہئے۔ یہ ضروری نہیں بلکہ ضروری یہ ہے کہ وہ قریش سے ہو اور حلال وحرام اور مصالح (اچھے) اور دینِ اسلام کے اہم کاموں کا علم رکھتا ہو۔ نیک ہو، عادل ہو، دلیر و بہادر ہو، امامت کی اہلیت، خلافت کا مستحق ہونے کیلئے یہ چیزیں کافی ہیں۔

(یہ مطلقاً خلافت کی بات ہے۔ خلفاء راشدین کی خلافت میں شیخ نے اپنا عقیدہ بیان کردیا۔ دونوں کو ایک بنا کر نتیجہ باطل نہ نکالا جائے)۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے یا اجماع سے؟

و وجود ایں صفات در ابوبکر بشہادت نقل آثار و سیروی مقطوع بہ است۔ بعض علماء اثباتِ خلافتِ ابی بکر بنص کنند و گویند کہ پیغمبر صلی الله علیہ وسلم تنصیص کردہ است بر خلافت وی و مختار نزد اہلِ تحقیق آں است کہ در ہیچ جانب یعنی در خلافت ابوبکر نہ در خلافت علی نص قطعی از پیغمبر صلی الله علیہ وسلم واقع نشدہ اگرچہ ہر یک از فریقین ادعای نص بر مذہب خود کردہ است

مذکورہ بالا تمام صفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یقینی طور پر پائی جاتی ہیں جس پر آثار منقول ہیں اور عنقریب ان کی روایت کا ذکر ہوگا۔ بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے۔ ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی خلافت پر نص فرمائی ہے۔ لیکن اہلِ تحقیق کا مختار یہی ہے کہ کسی جانب بھی نص نہیں نہ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف۔ اگرچہ دونوں فریقوں نے

و از نصوص خصم جواب داده زیرا که اگر نصی بر خلافت علی کرم الله وجهه از اظهار آن نص را و عقد اجماع بر خلاف نص صورت نمی بست و سکوت وی کرم الله وجهه از اظهار آن نص وسکوت از حق و ترک طلب خلافت امکان نمیداشت چنانچه سابق تحریر یافت واگر نصی بر خلافت ابوبکر وجود میداشت تقاول مهاجرین وانصار که "منا امیر ومنکم امیر" درست نبودی وبه رد و بدل آن را احتیاج نمی شد چنانچه درقضیه نصب خلافت در کتب مذکور است۔

(تکمیل الایمان ص 142 تا 143)

اپنے اپنے دعویٰ پر نص کو بیان کیا ہے اور مخالف نے نصوص سے ہی جواب دیا ہے۔ اس لئے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص پائی جاتی تو صحابہ کرام کا اس نص کی مخالفت میں اجماع نہ پایا جاتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس نص کو ظاہر کرنے اور حق کی طلب میں خاموشی اور خلافت کی طلب کے چھوڑنے میں امکان نہ رکھتے۔ جس طرح پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اور اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص پائی جاتی تو مہاجرین وانصار کے اختلاف میں یہ نہ کہا جاتا "منا امیر و منکم امیر" ہمارا اپنا امیر ہوگا اور تمہارا اپنا امیر ہوگا۔ اور صحابہ کرام کو نص کے ردوبدل کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ خلافت سے تقرر کا واقعہ کتب میں مذکور ہے۔

تنبیہ:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص قطعی پائی گئی یا نہیں پائی گئی، اس میں اختلاف تھا۔ صحیح یہ ہے کہ محققین نے بیان کیا ہے کہ آپ کی خلافت پر نص قطعی نہیں پائی گئی لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کی خلافت کے ثبوت میں اجماع پایا گیا ہے اور اجماع خود دلیل قطعی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہے آپ کی خلافت کا ثبوت قطعی ہے۔

بعض حضرات نے اختلاف کی ایک اور وجہ بیان کی:

و اگر گویند تواند که این تقاول و

اگر بعض حضرات یہ بیان کریں کہ ہوسکتا ہے

تخالف از برای تحقیق حجت و تفتیش نص بود از جهت خفای آن وعدم علم بعض از اصحاب بدان پس تنزل ابوبکر از آں مقام وتخییر وی علی را وسایر اصحاب را در بیعت چه معنی دارد چه در امر واجب منصوص تخیر و تواضع گنجایش نقل کرده اند که ابوبکر صدیق دست عمر بن الخطاب و ابوعبیده بن الجراح که پیغمبر خدا او را امین امت خوانده است بگرفت و بانصار گفت که امامت حق قریش است و از قریش کسے دو کس هر که را خواهید اختیار کنید، اگر نصے دریں باب از پیغمبر صلی الله علیه وسلم بودی اختیار عمر وابو عبیده درست نبودی پس حق آنست که نصب خلافت با اجتهاد صحابه واجماع ایشان بود و اجماع را سندی باید ونص غیر قطعی درسندیست آن کافی است چنانچه درعلم اصول فقه مقرر شده است۔ دلائل جانبین و نزاع و جدال و قیل و قال ایشان در کتب مبسوط مذکور است وچوں

مہاجرین وانصار کا اختلاف حجت کی تحقیق اور نص کی تفتیش کیلئے ہو بوجہ اس نص کے مخفی ہونے کے اور بعض صحابہ کو اس کا علم نہ ہونے کی وجہ سے۔ (شیخ اس کا رد کرتے ہیں) کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنے مقام (منبر) سے اترنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی بیعت کا اختیار دینے کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ اگر خلافت کا معاملہ نص سے وجوبی طور پر ثابت تھا تو کیا اس میں کسی کو اختیار دینا اور خود عاجزی کرنا (کہ میرے بغیر جسے چاہتے ہو امیر بنالو سب سے پہلے میں اس کی بیعت کروں گا) اس کی گنجائش پائی جاسکتی تھی؟ پھر یہ بھی منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہما) جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کا امین فرمایا۔ ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر انصار کو فرمایا کہ امامت قریش کا حق ہے۔ اور قریش میں سے ان دو شخصوں میں سے جسے چاہتے ہو اختیار کرلو۔ اگر خلافت کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص ہوتی تو ابوعبیدہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو اختیار کرنا درست نہ ہوتا۔ تو حق یہی ہے کہ خلیفہ مقرر کرنا صحابہ کرام کے اجتہاد اور

از خارج از وضع رسالہ بود ترک آں لازم وقت افتادہ موقوف بر تالیف کتابی دیگر افتاد، واللہ الموفق۔

اجماع سے ہوا۔ اور اجماع کیلئے کوئی سند چاہئے۔ لیکن اجماع کی سند کیلئے نص غیر قطعی کافی ہے۔ جیسا کہ علم اصول فقہ میں ثابت ہے۔ دونوں جانبوں کے دلائل نزاع اور قیل وقال بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ میرے اس رسالہ سے جب یہ موضوع خارج ہے تو اس کو چھوڑ دینا اس وقت تک ضروری ہے جب تک کسی اور کتاب کی تالیف نہیں ہوتی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا موقوف ہے:

چوں خلافت ابوبکر بہ اجماع ثابت شد وامتثال امر او بر کافہ مسلمانان لازم گشت ووی در وقت رحلت خود تفویض امر بعمر فاروق کرد او را خلیفہ نمود عہدنامہ بنام او بنوشت ومردم را بمتابعت ہر کہ دراں نامہ است امر کرد وتمامہ صحابہ باوی بیعت کردند و علی مرتضی نیز بیعت نمود و فرمود " بایعنا لمن فیہ وان کان عمر " خلافت عمر نیز باجماع ثبوت یافت"

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماع سے ثابت ہوگئی تو تمام مسلمانوں پر لازم ہوگیا آپ کے حکم کو تسلیم کرنا اور آپ نے اپنے وصال کے قریب خلافت کا معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا۔ آپ کو خلیفہ بنادیا، اس کا طریقہ یہ رکھا کہ ایک خط لکھا جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ جس شخص کا نام اس خط میں ہے اس کی تابعداری کرنا، تمام صحابہ نے آپ کے ساتھی بیعت کرلی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کرلی اور فرمایا ہم اس سے بیعت کرتے ہیں جس کا نام اس میں مذکور ہے اگرچہ وہ عمر ہی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہوگئی۔

(تکمیل الایمان ص143 تا144)

واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح اور حق تھی۔ اسی وجہ سے آپ کے حکم کو صحابہ کرام نے دل وجان سے تسلیم کرلیا۔ خط بند تھا صرف یہ دیکھ کر کہ اس میں جس کا نام ہے اس کی تابعداری کرنا، پہلے سب نے زبانی اس طرح بیعت کرلی کہ جس کا ذکر اس میں ہے ہم اسے ہی خلیفہ مانتے ہیں۔

کاش!! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت مانی جاتی کہ آپ نے بند خط کو دیکھتے ہی فرمادیا: جس کا نام اس میں ہے، ہم نے اس کی بیعت کرلی، اگرچہ وہ عمر ہی ہوں۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آخری حکم مان کر ثابت کردیا کہ ہمارے درمیان اختلاف ثابت کرنے والے احمق ہوں گے۔ میری محبت کے دعویدار وہی عقلمند ہوں گے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو حق مانیں گے کیوں کہ میں نے ان کی خلافت کو حق تسلیم کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہے:

وعمر در وقت شہادت خود امر خلافت را میان شش کس عثمان و علی مرتضی و عبد الرحمن بن عوف و طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص مشترک گذشت وایشاں تفویض برای عبدالرحمن بن عوف کردند و وی عثمان را اختیار کرد پس علی مرتضی و تمامہ صحابہ باعثمان بیعت کردند و منقاد امر وی شدند دراحکام دین و دنیا او را امیر و حاکم دانستند خلافت عثمان نیز بہ اجماع ثبوت یافت۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت (زخمی ہوجانے کی حالت) کے وقت خلافت کا معاملہ چھ حضرات کے درمیان مشترک کردیا کہ ان میں سے جسے چاہو تم منتخب کرلو، یعنی یہ معاملہ چھ شخصوں کی مشاورتی کمیٹی کے سپرد کردیا کہ تم خود ہی ان چھ میں سے ایک کو منتخب کرلو وہ چھ حضرات یہ تھے: حضرت عثمان، حضرت علی مرتضی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ ان سب حضرات نے معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

کے سپرد کردیا۔انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پسند کرلیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور دین و دنیا کے احکام میں ان کے حکم کی تابعداری کی۔ان کو اپنا امیر و حاکم تسلیم کرلیا۔اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہوگئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اہل حل وعقد (مجتہدین) کے اجماع سے ثابت ہے:

بعد از وی علی مرتضی خود متعین بود و اکمل و افضل الزمان خود بود پس وی کرم الله وجهه باجماع اهل حل وعقد خلیفه برحق وامام مطلق شد و نزاعی وخلافی که از مخالفان در زمان خلافت وی بوجود آمد نه در استحقاق خلافت وحق امامت بود بلکه منشاء آں بغی وخروج وخطادر اجتهاد که تعجیل عقوبت قاتلان عثمان باشد بود۔

(تکمیل الایمان ص 144 تا 145)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے آپ کو متعین کرلیا۔اس لئے کہ اس وقت میں سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ فضلیت والے آپ ہی تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل حل وعقد (مجتہدین) کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق بن گئے۔آپ کے زمانہ میں جو نزاع و اختلاف ہوا وہ آپ کی خلافت کے قائم ہونے کے بعد ہوا۔اس اختلاف کا تعلق استحقاق خلافت اور حق امامت سے نہ بنا بلکہ اس مخالفت اور آپ کے مقابل فوجوں کا نکلنا اجتہادی خطاء کی وجہ سے تھا کہ وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو جلدی سزا دینے کا مطالبہ کررہے تھے۔

کاش کہ لوگوں کو بغی وخروج کا معنیٰ سمجھ آتا تو گمراہ نہ ہوتے:

یہاں بغی کا معنیٰ ہی اجتہادی خطاء ہے اور خروج کا معنیٰ مدمقابل نکلنا۔اگر کوئی صحابہ کرام کو عام مشہور معنیٰ کے لحاظ پر باغی یا خارجی کہے گا تو وہ یقیناً ضال و مضل

ہوگا۔زیادہ وضاحت راقم کی ''نجوم التحقیق'' میں دیکھئے۔

قرآن پاک اور احادیث میں جو الفاظ ظاہری معنیٰ میں نہیں رکھے جاسکتے ان کی تاویل اور مطالب بیان کرنا ضروری ہوگا ورنہ '' یخادعون اللہ وھو خادعھم '' کو دیکھ کر رب تعالیٰ کو دھوکا باز ماننا پڑے گا۔'' نسوا اللہ فنسیھم '' کو دیکھ کر کوئی یہ کہہ دے رب تعالیٰ کو تو کوئی بات یاد ہی نہیں رہتی وہ تو بھول جاتا ہے۔'' ووجدک ضالا فھدی '' کو دیکھ کر کوئی یہ کہہ دے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے بھٹکے ہوئے تھے' گمراہ تھے (معاذ اللہ) پھر رب تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی۔سمجھ نہیں آرہا اہلِ علم کیوں بھٹکے جارہے ہیں ''الامان والحفیظ''

بحث کے شروع میں بتایا تھا یہاں دو مقام ہیں: ایک مقام خلافت ابھی تک بیان ہوا۔اب دوسرا مقام افضلیت یہاں سے بیان کیا جارہا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ افضلیت کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں:

مقام ثانی آنکه افضلیت خلفای اربعه به ترتیب خلافت است یعنی افضل اصحاب ابوبکر است ثم عمر ثم عثمان ثم علی مراد از افضلیت اکثریت ثواب است عند الله تعالی۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ چار خلفاء یعنی چار یاروں کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کی مطابق ہی ہے یعنی سب صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان ، پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔افضلیت سے مراد اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ثواب حاصل ہونا ہے۔

کچھ زیادہ وضاحت اور قیل وقال کا بیان:

و تحریرش چنانکه بعض علماء کرده

بیان اس کا یہ ہے جو بعض علماء کرام نے

(۳) واما ثالثا فلان السکوت عنھا لایضر بشیء من واجبات الشرع "تیسری چیز جوانھوں نے بیان کی وہ یہ ہے کہ مسئلہ افضلیت میں سکوت واجبات شرع میں کوئی نقصان نہیں دیتا۔

صاحبِ نبراس فرماتے ہیں: میرے نزدیک ان تینوں میں بحث ہے:

اما فی الأول فلأن ادلة اھل السنة احادیث صحیحة واضحة الدلالة وأما ادلة الشیعة فأما موضوعات أو غیر واضحة الدلالة فلا تعارض وینکشف ھذا بالنظر فی کتب الحدیث لکن علماء الکلام بمراحل عن علم الحدیث

لیکن پہلے مسئلہ پر بحث یہ ہے کہ اہلِ سنت کے دلائل احادیث صحیحہ اور واضح دلالت کرنے والے ہیں اور شیعہ کے دلائل یا تو موضوع (من گھڑت) ہیں یا وہ واضح دلالت کرنے والے نہیں۔ اسلئے اہلِ سنت کے دلائل اور شیعہ کے دلائل میں کوئی تعارض نہیں لیکن علم کلام کے علماء کے عقلی دلائل اگر احادیث سے ٹکرائیں تو ان کو احادیث سے کوسوں دور سمجھا جائے۔

واما فی الثانی فلان الحکم بعدم کفایة الظن فی الاعتقادیات لیس علی اطلاقه وذلک لأنا نجد علماء السنة سلفھم وخلفھم یذکرون فی کتب الاعتقاد مسائل مظنونة

دوسرے مسئلہ پر بحث یہ ہے کہ یہ کہنا اعتقادیات میں دلائل ظنیہ کافی نہیں۔ یہ حکم مطلق ثابت کرنا غلط ہے اس لئے ہم نے اہلِ سنت کے علماء متقدمین ومتاخرین کو اس پر پایا ہے کہ وہ ظنی مسائل یعنی ظنی دلائل سے ثابت ہونے والے مسائل کو اعتقادی کتب میں ذکر کرتے ہیں۔ (لطف کی بات یہ ہے کہ دلائل ظنیہ سے ثابت ہونے والے مسائل قطعی ہیں)۔

دلائل ظنیہ سے ثابت ہونے والے اعتقادی مسائل:

انبیاء کرام افضل ہیں ملائکہ سے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد افضل الانبیاء آدم علیہ السلام ہیں، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام پھر عیسیٰ علیہ السلام۔

خلفاء راشدین کے بعد افضل صحابہ عشرہ مبشرہ ہیں پھر اہلِ بدر، پھر اہلِ احد، پھر بیعت رضوان، اسی طرح خلافت کا تیس سال تک رہنا، اور مجتہد کا کبھی خطاء کرنا اور کبھی اس کے اجتہاد کا درست ہونا۔ یہ سب اخبارِ احاد سے ثابت ہیں ان سب کو درجۂ قطعیت پر رکھنے والے وہ بھی ہیں جو مسئلہ افضلیت کو ظنی کہتے ہیں۔

دلائلِ ظنیہ اعتقاد میں کہاں معتبر نہیں؟

فنعلم ان عدم جواز الظن فی العقائد انما ھو حیث یطلب الیقین کالتوحید و الرسالة واذا کان الظن فاسدا المشرکین الذین نعی علیھم القرآن اتباع الظن

ظنی دلائل عقائد میں وہاں معتبر نہیں جہاں یقینی دلائل کا مطالبہ پایا جائے جیسے توحید ورسالت اور جب ظن فاسد ہو جیسے مشرکین کا ظن فاسد جس کی خبر قرآن پاک نے دی "ان یتبعون الا الظن"

دلائل ظنیہ جب اعتقادی مسائل کا فائدہ دیں تو ان کو تسلیم کرنا جائز ہے:

واما اذا أفاد الدلیل الظنی اعتقادیة جاز تسلیمھا علی حسب الظن بل وجب ذلک القطع بأن الدلیل قد أفاد الظن بکونھا ولئلا یلزم اھمال کثیر من الأحادیث الافراد المرویة فی الاعتقادیات وجعل وجودھا کعدمھا کأحادیث تفصیل بعض احوال القبر و الحشر۔

لیکن جب ظنی دلیل مسئلہ اعتقادیہ کا فائدہ دے تو اس کا تسلیم کرنا ظن کے مطابق جائز ہوتا ہے بلکہ واجب ہوتا ہے کیونکہ دلیل ظنی ہونے کے باوجود کبھی قطعیت کا فائدہ دیتی ہے تاکہ کثیر احادیث احاد جو کہ اعتقادیات میں روایت کی گئیں ہیں ان کا چھوڑنا لازم نہ آئے اور ان کا وجود معدوم کی طرح نہ ہو جیسے قبر اور حشر کی تفصیل میں احادیث ہیں۔